نومبر 2022

ماہنامہ

سبقِ پھر پڑھ

لاہور

بیاد

بابائے خلافت، چودھری رحمت علی مرحوم رحمۃ اللہ علیہ

مدیرِ مسئول

ال عمران چوہدری

دارالسلام

تمام مسلم ممالک کو ملا کر کرۂ ارض پر معرضِ وجود
میں آنے والی عظیم تر اسلامی مملکتِ واحدہ کا نام

الخلافۃ
تحریکِ عظمتِ اسلام

لٹریچر دستیاب ہے (بالکل فری)

آپ اپنی تعلیم، پتہ اور دنیا میں دینِ حق کو سربلند کرنے میں آپ کی تڑپ کے متعلق ایک مختصر جملہ بھیج کر درج ذیل لٹریچر مفت حاصل کر سکتے ہیں۔ خرچہ ڈاک بھی بذمہ ادارہ ہوگا۔

نام	صفحات
1- اسلام پر کیا گزری	16
2- نظامِ خلافت ہی کیوں؟	16
3- ہماری سمت درست نہیں	16
4- خلافت، فیوض و برکات	08
5- ہمارا تعارف اور ہدف	04
نوٹ:	
1- ان پمفلٹس کا صرف ایک سیٹ منگوا سکتے ہیں۔	
2- پتہ صاف ستھرا اور واضح لکھیں تاکہ ڈاک کا مسئلہ نہ ہو۔	
3- خود بغور پڑھیں اور آگے کسی دوسرے کے حوالے کریں۔	
4- طلبا و طالبات کو ترجیح دی جائے گی۔	

ملنے کا پتہ: دارالسلام (4 - 29 / B) واپڈا ٹاؤن لاہور موبائل: 0300 - 8425428

منزل سے آگے بڑھ کر منزل تلاش کر
مل جائے تجھ کو دریا تو سمندر تلاش کر
سجدوں سے تیرے کیا ہوا صدیاں گزر گئیں
دنیا تیری بدل دے وہ سجدہ تلاش کر

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

بَلِّغْ

مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ

مُدیر

چودھری رحمت علی مرحوم بابائے خلافت

نوٹ

1۔ عطیات وواجبات بینک الحبیب لمیٹڈ کی برانچ واپڈا ٹاؤن، لاہور کے اکاؤنٹ نمبر 4-01-101 0040-0081-000 میں جمع کروائیں۔

2۔ ''سبق پھر پڑھ'' کی مطلوبہ کاپیاں خرید کر آپ اپنے ہاں مفت یا قیمتاً تقسیم کر کے اشاعتِ دین کے فرضِ منصبی سے عہدہ براء ہو سکتے ہیں۔

3۔ ادارہ کا مضمون نگار سے کلی طور پر اتفاق ضروری نہیں۔

زرِ تعاون

فی شمارہ: -/30 روپے
سالانہ: -/300 روپے

بیرونِ پاکستان منگوانے کے خواہشمند حضرات علیحدہ رابطہ کریں۔

اے اللہ! ہمیں وہی کام کرنے کی توفیق عطا فرما جو مسلمانانِ عالم کو دنیا میں بالا کر دیں، جو تیرے دین کو غالب کر دیں

سبق پھر پڑھ

ماہنامہ لاہور۔ پاکستان

جلد: 30 شمارہ 11 ربیع الثانی 1444ھ نومبر 2022ء

اس شمارے میں

☆ اداریہ: خلافتِ ارضی ---------------- 04
☆ قیامِ پاکستان اور اسلام لازم وملزوم ---------- 13
☆ فریضۂ شہادت ---------------- 20

مقامِ اشاعت

چودھری ال عمران پبلشر نے میٹرو پرنٹرز سے چھپوا کر دارالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور سے شائع کیا

CPL NO. 91

CPL NO. 91

خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل

(یہ تحریر چودھری رحمت علی مرحوم' بابائے خلافت' کی تصنیف کردہ کتاب ''خلافت' ہمارے جملہ مسائل کا حل'' سے لی گئی ہے۔ کتاب چونکہ تقریباً 125 صفحات پر مشتمل ہے اور ایک انتہائی قیمتی تحریر ہے لہٰذا اس کو مرحلہ وار ماہنامہ ''سبق پھر پڑھ'' میں شائع کیا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو قسط نمبر 4)

خلافتِ ارضی

باب سوم...... چودھری رحمت علی مرحوم

پھر جیسا کہ ایک چھوٹا سا دفتر بھی چند ساعتوں سے زیادہ نہیں چل سکتا' اگر اس کے دو یا دو سے زیادہ سربراہان بالکل مساوی اختیارات کے حامل ہوں تو خلافتِ ارضی جیسا عظیم نظام دو یا دو سے زیادہ خلفاء کی موجودگی میں چلنے کا سوال ہی کہاں؟ یہی وجہ ہے کہ پوری کائنات میں ہر نظم کو ''مرکزیت'' ایک ہی کی حاصل ہے۔ نظامِ شمسی میں سورج ایک ہی ہے۔ انسانی جسم میں اگر دو دل مڈھ بھیڑ کر لیں تو زندگی دشوار' بلکہ ناممکن۔ متکلمین کا یہ کہنا کہ ''ایک میان میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں'' سو فیصد درست ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی رسالت پوری نوعِ انسانی کے لئے ہے' جیسے کہ فرمایا گیا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۸)

''اے محمد (ﷺ)' کہو کہ ''اے انسانو! میں تم سب کی طرف پیغمبر ہوں''۔

حقیقت میں خلافت بھی پوری انسانیت کے لئے مطلوب ہے خواہ اس کا کچھ حصہ ذمی بن کر ہی خلافت کا جزو بنے۔ اسلامی حکومت ناقابلِ تقسیم وحدانی حکومت ہے۔ اس کو ملکوں' قوموں اور نسلوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ تمام مسلمان ایک وحدت ہیں اور علیحدہ علیحدہ

مقامی حکومتیں کرنے کے مجاز نہیں۔ ہادی برحق ﷺ نے ایک دفعہ یوں فرمایا: ''یہ ناممکن ہے کہ میں وہ بات نہ کہوں جوان باتوں سے اچھی ہے جواب تک زبانوں پر آچکی ہیں اور میں وہ نعرہ بلند نہ کروں جس سے عرب اور عرب کے علاوہ ساری دنیا (عجم) ایک مرکز اور ایک حکومت کے تحت آجائیں گے (تاریخ الکامل ابن اثیر ص۔۲۴) ایک اور موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا ''زمین کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تمام زمین کو میرے قبضہ میں دے دیا ہے۔ میری نگاہیں مشرق ومغرب کے منطقوں پر پڑ چکی ہیں اور امت کی مملکت (مملکتیں نہیں) ان پر قائم ہوگی'' (مسلم)۔ آپ ﷺ کا یہ بھی ارشادِ مبارک ہے **" لایجتمع فیھا دینان "** زمین میں دو دین (حق) جمع نہیں ہوسکتے۔

ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے خلیفہ کی بیعت ممنوع:

ایک وقت میں مسلمانوں کے دو خلیفوں کا ہونا تو درکنار اسلام تو اسے بھی ممنوع قرار دیتا ہے کہ ایک وقت میں دو خلیفوں کی بیعت ہو۔ رسول اللہ ﷺ کا واضح ارشاد یوں ہے:

اِذَابُوْیِعَ لِخَلِیْفَتَیْنِ فَاقْتُلُوا الْاٰخَرَ مِنْھُمَا(مسلم)

''جب دو خلیفہ سے بیعت کی جاوے تو جس سے آخر میں بیعت ہوئی ہو اس کو مار ڈالو (اس لئے کہ اس کی خلافت پہلے خلیفہ کے ہوتے ہوئے باطل ہے)۔''

مورخ حیران وششدر کہ ایک خلیفہ کے بعد آنے والے خلیفہ کے معاملہ کا تقرر اتنا اہم لیکن کیا وجہ کہ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں کوئی دوٹوک فیصلہ نہ فرمایا۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے اپنے بعد والے خلیفہ کے لئے تجویز تو بہر حال پیش کی لیکن فیصلہ بہر حال وقت کے سرکردہ لوگوں کی رائے پر چھوڑا۔ علیٰ ہذاالقیاس۔ حقیقت میں ایسا فیصلہ نہ کرنا کوئی بھول نہ تھی بلکہ جان بوجھ کر ایسا کیا گیا کیونکہ مصلحتیں اسی میں مضمر تھیں۔ شائد ایک چھوٹی سی مثال سے بات واضح ہوجائے۔ قرآنِ کریم میں آیا کہ عدت کے دوران آئندہ ہونے والے شوہر کا فیصلہ دوٹوک نہ کیا جائے' ہاں اشاروں وغیرہ میں کوئی بات ہوجائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آیت کے الفاظ یوں ہیں:

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ط عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ط وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ط (البقرۃ:۲۳۵)

’’زمانۂ عدت میں خواہ تم ان بیوہ عورتوں کے ساتھ منگنی کا ارادہ اشارے کنائے میں کرو‘ خواہ دل میں چھپائے رکھو‘ دونوں صورتوں میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اللہ جانتا ہے کہ ان کا خیال تو تمہارے دلوں میں آئے گا ہی۔ مگر دیکھو‘ خفیہ عہد و پیمان نہ کرنا۔ اگر کوئی بات کرنی ہو تو معروف طریقے سے کرو۔ اور عقدۂ نکاح باندھنے کا فیصلہ اس وقت تک نہ کرو‘ جب تک کہ عدت پوری نہ ہو جائے۔‘‘

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ عدت کے دوران عقدِ ثانی پر کیوں پابندی لگائی گئی۔ دراصل عدت اس عظیم مصلحت کی غماز ہے کہ اگلا نکاح ہونے سے پہلے واضح ہو کہ عورت امید سے تو نہیں۔ نہ صرف اس لئے کہ نطفے کی نشاندہی ضروری ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہے کہ دورانِ پرورش بچے کو دو محبتوں والا خون میسر ہو۔ لہٰذا دورانِ عدت نکاح کا معاملہ تو درکنار منگنی تک کا دوٹوک فیصلہ کرنے سے منع فرمایا۔ بعینہٖ امیر کی سمع و اطاعت میں معمولی سی ملاوٹ بھی اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہے لہٰذا ایک خلیفہ کے ہوتے ہوئے دوسرے خلیفہ کی طرف مائل ہونا کسی طور بھی جائز نہیں سمجھا گیا۔

خلیفہ یا امیر کی سمع و اطاعت کی اسلام میں اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ ارشادِ رسالت مآب ﷺ ’’جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جو کوئی اطاعت کرے امیر کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی‘‘ (مسلم)

’’آپ کا یہ بھی ارشادِ مبارک ہے کہ ’’اطاعت کرو امیر کی خواہ ایک ہاتھ پاؤں کٹا غلام ہی ہو‘‘ (مسلم)

فقہاء نے نماز والی امامت کو ’’امامتِ صغریٰ‘‘ اور خلافت والی امامت کو ’’امامتِ کبریٰ‘‘

کا نام دیا ہے۔امامتِ کبریٰ تو درکنار امامتِ صغریٰ کی عظمت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ نماز میں اگر امام مقامی ہو اور اس کی اقتداء میں کروڑوں مسلمان مسافر تو ان کروڑوں مسافروں کو امام کی پیروی کرتے ہوئے پوری نماز ادا کرنا ہوگی۔اس کے برعکس اگر امام مسافر ہو اور کروڑوں مقتدی مقامی تو امام بہرحال نماز قصر ہی ادا کرے گا۔

ایک اور شرعی نقطہ جس کا یہاں ذکر ضروری ہے یہ ہے کہ انعقادِ خلافت مسلمانوں کا ذاتی استحقاق ہے۔لہٰذا موجودالوقت خلیفہ کا اپنی سمع واطاعت کی آڑ میں کسی اور کے لئے انعقادِ بیعت رچانا قطعاً ناجائز ہے۔نیز ایسی بیعت اگر موجودالوقت خلیفہ کے کسی قریبی رشتے دار کے بارے میں ہو تو پھر تو یہ بدترین اقرباء نوازی اور خاندانی سلسلہ حکومت کو معرضِ وجود میں لانے کے مترادف ہے۔باہمی رضامندی اور آزادانہ اختیار وارادے کا پایا جانا اسلام میں کچھ عقدِ خلافت ہی کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ اسلام میں کسی بھی عقد کے صحیح ہونے کی بنیادی شرط ہے۔اسی لئے عقدِ خلافت باہمی رضامندی اور آزادانہ اختیار وارادے کے نتیجے میں بروئے کار نہ آئے تو نہ وہ قابلِ انعقاد ہے اور نہ قابلِ اعتبار۔

خود کو بطورِ امیدوار پیش کرنا ممنوع:

اسلام میں کسی بھی عہدے کے لئے بشمول خلافت کوئی اپنے آپ کو امیدوار پیش نہیں کرسکتا۔اس بارے میں شریعت کی واضح نص، ارشادِ رسالت مآب ﷺ یوں ہے:

"اللہ کی قسم ہم نہیں دیتے خدمت اس شخص کو جو اس کی درخواست کرے اور جو اس کی حرص کرے" (مسلم)

ایک دوسری حدیث میں عبدالرحمٰن بن سمرہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"اے عبدالرحمٰن مت درخواست کر عہدے اور حکومت کی کیونکہ اگر درخواست سے تم کو ملے تو اللہ تجھے چھوڑ دے گا اور جو بغیر مانگے ملے تو اللہ تعالیٰ تیری مدد کرے گا (مسلم)

ابوذر نے عہدے کی خواہش کی تو فرمایا:

’’اے ابوذر تو ناتواں ہے اور یہ امانت ہے (حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ذمہ داری حاکم کی ذمہ داری ہے) اور قیامت کے دن خدمت سے سوائے رسوائی اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں مگر جو اس کے حق ادا کرے اور راستی سے کام لے۔‘‘ (مسلم)

کچھ لوگ حضرت علیؓ کے متعلق گمان رکھتے ہیں کہ وہ خلافت کے امیدوار تھے یعنی ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد خلیفہ ہونا ان کا حق تھا۔ لیکن اس بارے میں اول تو حضرت علیؓ جیسی ہستی سے یہ توقع کرنا ہی بوالعجبی ہے کہ وہ رسولِ کریم ﷺ کے ارشادِ مبارک سے روگردانی کرتی۔ پھر اس سے بڑا ثبوت اور کون سا ہو سکتا ہے کہ شہادتِ عثمانؓ کے بعد جب انہیں بارِ خلافت اٹھانے کے لئے کہا گیا تو وہ متردد ہی رضامند ہوئے۔ ویسے بھی پیش رو خلفاء ثلاثہ کو جو ان کا تعاون حاصل رہا وہ اس بات کو رد کرنے کے لئے کافی ہے کہ وہ اپنے اندر کہیں خلافت کی امیدواری کا احساس رکھتے تھے۔ ہاں عامۃ الناس کی سوچ پر پہرے نہیں بٹھائے جاسکتے یعنی اگر کچھ لوگوں کی سوچ ایسی تھی تو انہیں ایسی سوچ رکھنے کا حق حاصل تھا کیونکہ چناؤ کے مرحلے میں تو سوچ کئی طرف جاسکتی ہے۔ تاہم سوچ بچار کے بعد جب فیصلہ ہوتا رہا تو ہر ایک نے ”**آمنا و صدقنا**“ کا ثبوت دیا۔

معیارِ اہلیت:

اسلام خلیفہ کو انتظامی امور کے سربراہ ہونے کے علاوہ فوجوں کا سپریم کمانڈر، قاضی القضاہ اور دار الحکومت کی مرکزی مسجد کے خطیب و امام کے مناصب بھی سونپتا ہے۔ بالالفاظِ دیگر خلیفۂ وقت کے چوبیس گھنٹوں کا وقت یوں منقسم ہونا چاہیے کہ یہ تمام فرائضِ منصبی بطورِ احسن ادا ہوں۔ ان فرائضِ منصبی کی نوعیت سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ خلیفہ اسلامی مملکت کے جملہ افراد میں کس پائے کا آدمی ہو۔ دراصل ذمہ دارانہ اور امانت دارانہ مناصب کے لئے اہلیت کو تو قرآن نے لازم وملزوم قرار دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکماً فرمایا:

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُکُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤی اَھْلِھَا (النساء:۵۸)

’’مسلمانو! اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو‘‘۔

اسی آیت میں اس حکم کو ایک ''عمدہ نصیحت'' بھی قرار دیا۔ یعنی مزید تاکید کر دی کہ اس ''عمدہ نصیحت'' سے سرتابی کرتے ہوئے اگر امت نے اپنے احوال نااہل لوگوں کے حوالے کر دیے تو بدترین نتائج سے کبھی بچا نہیں جا سکے گا۔

قرآنِ کریم نے منجملہ دوسری صفات کے خلیفہ کے لئے کم ازکم چار اہلیتوں کا ذکر نمایاں طور پر کیا ہے۔ بلکہ یہی اوصاف وہ درجہ بدرجہ ان تمام لوگوں میں بھی دیکھنا چاہتا ہے جو کسی طور مسلمانوں کے امور کے ذمہ دار ہوں۔ ان میں سے سرِفہرست اہلیت تقویٰ کی ہے۔ چنانچہ فرمایا:

اِنَّ اَکۡرَمَکُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ اَتۡقٰکُمۡ ط (الحجرات:۱۳)

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہو۔ یعنی پرہیزگار ہو۔''

دوسری شرط صالح ہونا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّهُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ص (النور:۵۵)

''اللہ نے وعدہ کیا ہے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے۔''

یعنی تمکن فی الارض کے لئے محض مردم شماری کے مسلمان کفایت نہیں کریں گے بلکہ یہ وہ لوگ ہوں گے جن کا ہر ہر عمل صلاح' نیکوکاری اور پرہیزگاری کا منہ بولتا ثبوت ہوگا۔ اسی حقیقت کو یوں بھی بیان فرمایا:

وَلَقَدۡ کَتَبۡنَا فِی الزَّبُوۡرِ مِنۡۢ بَعۡدِ الذِّکۡرِ اَنَّ الۡاَرۡضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوۡنَ ۝ (الانبیاء:۱۰۵)

''اور زبور میں ہم نصیحت کے بعد یہ لکھ چکے ہیں کہ زمین کے وارث صالحین ہوں گے''

قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی بندوں کے لئے انعامات کا ذکر ہوا ہے وہیں " آمنوا " کے ساتھ ''عملِ صالح'' کی شرط کا بھی ذکر ہوا۔ پھر خلافت کے لئے تو صلاح کی بدرجۂ اتم ضرورت ہوئی کیونکہ اس دنیا کی یہ عظیم تر نعمت ہے۔ صلاح کی اہلیت کی اس لئے بھی ضرورت ہوئی کہ صالحین ہی سے صالح کام انجام پا سکتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ط (الحج:۴۱)

''یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوٰۃ دیں گے، معروف کا حکم دیں گے اور منکر سے منع کریں گے''

سورۂ مریم میں ان لوگوں سے خلافت و غلبہ چھین لینے کا ذکر ہوا جو ناخلف صفتِ صلاح کھو بیٹھے اور نفسانی خواہشات ہی کے درپے ہو گئے۔

خلیفہ ہونے کے لئے تیسری اور چوتھی شرطِ اہلیت جو قرآنِ مجید میں قصۂ طالوت و جالوت کے سلسلے میں بیان ہوئی، وہ ہے علم اور جسم کی۔ فرمایا گیا:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ط **قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ** ط **قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ** ط **وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ** ط **وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ**o (البقرۃ:۲۴۸)

''ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے طالوت کو تمہارے لئے بادشاہ مقرر کیا ہے۔ یہ سن کر وہ بولے ''ہم پر بادشاہ بننے کا وہ کیسے حق دار ہو گیا؟ اس کے مقابلے میں ہم بادشاہی کے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ تو کوئی بڑا مالدار آدمی نہیں ہے''۔ نبی نے جواب دیا۔ اللہ نے تمہارے مقابلے میں اسی کو منتخب کیا ہے اور اس کو دماغی اور جسمانی دونوں قسم کی اہلیتیں فراوانی کے ساتھ عطا فرمائی ہیں اور اللہ کو اختیار ہے کہ

اپنا ملک جسے چاہے دے۔ اللہ بڑی وسعت رکھتا ہے اور سب کچھ اس کے علم میں ہے۔''

یہاں پر خلیفہ کے لئے ایک ضروری اہلیت یہ قرار دی کہ وہ عالم و مدبر ہو۔ دانشور ہو' خود بیں اور خودنگر بھی ہو۔ سلیم الطبع اور صالح اطوار و عادات کا مالک بھی ہو۔ دین و دنیا کے مسائل پر گہری بصیرت رکھتا ہو۔ چنانچہ فیصلے کے لئے عوام کی نظریں اسی کی طرف اٹھیں اور اس کی نظریں زمانے پر ہوں۔ امت نے اس کی رائے اور فیصلوں کو صائب پایا ہو اور اس میں قوتِ فیصلہ بھی ہو' وہ احوال و معاملات سے صحیح استنباط کی اہلیت سے مرصع ہو۔ اولوالامر اور قائدین کی اہلیت کے بارے میں ایک اور جگہ پر قرآنِ کریم میں یوں ارشاد ہوا:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ط

(النساء:۸۳)

''اگر یہ اسے (خبر کو) رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔''

دوسری صفت جو یہاں پر بیان ہوئی وہ ہے جسمانی طور پر تندرست و توانا ہونے کی۔ کسی لولے لنگڑے اندھے بہرے' بیمار' صنف نازک وغیرہ کے بس کی بات نہیں کہ خلافت جیسی عظیم امانت کا حق ادا کرسکے۔ ایک شب مدینہ میں افواہ اڑی کہ فلاں طرف سے دشمن حملہ آور ہونے والا ہے۔ سب سے پہلے بغیر زین کے گھوڑی پر جس ہستی نے ٹوہ لگائی وہ تھے محمد رسول اللہ ﷺ۔ ایرانیوں کے مقابلے میں حضرت عمرؓ کے خود آمادہ ہونے کا ذکر تو ابھی اوپر ہوا۔ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد اٹھنے والی سازشوں کا قلع قمع کرنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ نے خود فوج کی کمان کی۔

اسی آیت مبارکہ میں علم و جسم کی اہلیتوں کے ذکر کے علاوہ ضمناً اس اہلیت کی نفی بھی کی گئی جس کا بگڑے ہوئے معاشروں میں اکثر چلن رہا ہے یا ہے۔ جاگیرداری' سرمایہ داری' خاندانی وجاہت اور محض دنیاوی وقار اور چمک دمک کو قطعاً درخور اعتناء نہیں سمجھا گیا۔

خلافت کے لئے قرآنی معیارِ اہلیت' جس کا ذکر ابھی اوپر ہوا' سے عیاں ہے کہ مسندِ خلافت وقت کے کسی موڑ پر صرف اسی ہستی کے لئے سزاوار ہے جو تقویٰ و صلاح اور علم و جسم کی توانائیوں سے پوری

امت کے افراد میں برتر ہو۔یہی وہ بات ہے جسے حضرت عثمانؓ نے اس وقت بیان کیا جب حضرت ابوبکرؓ نے ان سے اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے متعلق مشورہ کیا۔حضرت عثمانؓ نے فرمایا ''عمرؓ جیسا ہمارے اندر کوئی دوسرا نہیں'' نیز یہ بھی یاد رہے کہ مسندِ خلافت کوئی پھولوں کی سیج نہیں کہ جس کے لئے ہرا ایرا غیرا آ دھمکے۔یاد رہے تین خلفاءِ راشدین خلافت کی ذمہ داریاں نبھاتے ہوئے ہی شہید کردیئے گئے اور ایک چوتھے یعنی عمر بن عبدالعزیزؒ نے جب خلافت کی گاڑی کو پھر سے پٹڑی پر ڈالنے کی کوشش کی تو زہر دے دیئے گئے۔

منصبِ خلافت پر متمکن رہنے کی تین پانچ سال وغیرہ کی کوئی قید نہیں۔خلیفہ دو ہی صورتوں میں معزول و برخاست کیا جا سکتا ہے۔ایک تو اس صورت میں کہ وہ قرآنی معیارِ اہلیت سے محروم ہو جائے اور دوسرے اس صورت میں کہ وہ ذاتی وجوہات کی بنا پر اس منصبِ جلیلہ کی ذمہ داریاں نبھانے سے خود معذرت کر لے۔

چناؤ ''ایک فرد ایک ووٹ'' کی بنا پر نہیں:

خلیفہ کا چناؤ ''ایک فرد ایک ووٹ'' کی بنیاد پر نہیں کیا جاتا۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں اکثریت اکثر و بیشتر ان لوگوں کی ہوتی ہے جو دین کے تقاضوں سے ناآشنا ہوتے ہیں۔ اس حقیقت کو قرآن کریم میں کئی مقامات پر بیان کیا گیا ہے۔مثلاً:

ذٰلِکَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰـکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (الروم:۳۰)

''یہی بالکل راست اور درست دین ہے مگر اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔''

ایک اور جگہ پر آیا:

وَلَـقَـدْ صَـرَّفْـنَا لِلنَّاسِ فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓی اَکْثَرُ النَّاسِ اِلَّا کُفُوْرًا ۝ (بنی اسرائیل:۸۹)

''ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو طرح طرح سے سمجھایا مگر اکثر لوگ انکار پر ہی جمے رہے۔''

﴿...... یہ باب آئندہ شمارے میں بھی جاری ہے......﴾

قیامِ پاکستان اور اسلام لازم وملزوم

......میاں عتیق الرحمٰن (ریسرچ سکالر' پیغام ٹی وی)

اسلام کی بنیاد اور اساس توحید ہے' توحید کا بنیادی فلسفہ اللہ کے علاوہ تمام مخلوقات' معبودات' عادات اور رکاوٹوں سے آزادی ہے۔ صحابیٔ رسول سیدنا ربعی بن عامر رضی اللہ عنہ نے رستم کے دربار میں کفار کے سامنے اسلام کے نمائندے کی حیثیت سے اسلام کی جو تعریف بیان کی اس سے آزادی کی اہمیت و مرکزیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ اسلام انسانوں کو انسانوں کی ماتحتی سے نکال کر اللہ کی ماتحتی میں دینے کے لیے آیا ہے۔

یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے۔ اس کے قیام کا عظیم اور بلند مقصد و نظریہ ہی اس کے دوام اور بقاء کا بھی جواز فراہم کرتا ہے۔ وہ عظیم نظریہ' دینِ اسلام ہے۔ جس میں انسانوں کے حقوق' عزت و تکریم' مساوات' برابری' امانت و دیانت' سچائی اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی بات ہوتی ہے۔ نظریۂ پاکستان حقیقت میں وہی نظامِ مصطفیٰ ﷺ ہے جس میں توحید باری تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ انسانیت کے حقوق پر توجہ دی جاتی ہے۔ جو انسان ساز' انسان دوست اور انسان نواز ہے۔ جس کی اساس ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔ یہی وہ کلمہ طیبہ ہے جس کے اقرار واعلان سے انسان کے ظاہر و باطن میں انقلاب برپا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کے ساتھ ساتھ تمام معبودانِ باطلہ اور ظالمانہ قوانین اور انسانیت سوز نظام کا انکار بھی ہوتا ہے۔

آزادی کا اسلامی تصور انسانوں کی جبلت **Nature** میں داخل ہے کیوں کہ انسان

فطری طور پہ آزاد پیدا ہوا ہے، مگر ایک حقیقت اور بھی ہے کہ انسانوں کی یہ جماعت جو آزادی کو دل و جان سے پسند کرتی ہے ہمیشہ دوسروں کی آزادی سلب کرنا بھی اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہے، انسانوں کی یہ جماعت ایک غلامی سے آزاد ہوتی تو دوسری غلامی خود قبول کر لیتی ہے اور اسے احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ غلام ہے۔ غلام قومیں لوگوں کو غلام بنانے کا ہر روز خواب دیکھا کرتی ہیں اور جو قومیں لوگوں کے حقوق سلب کرنے کی پیہم کوششیں کرتی ہیں وہی آزادی کا علمبردار بن کر دنیا کو شعبدہ بازی دکھاتی ہیں، غلامی کو آزادی کا نام دیتی ہیں اور دنیا اسے تسلیم بھی کر لیتی ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے دن بہ دن طاقت پکڑنے کے سبب مسلمان اخلاقی اور معاشی طور پر کمزور ہوتے گئے۔ ٹیپو سلطان اور نواب سراج الدولہ جیسے سلاطین نے دکن اور بنگال میں اسلامی تشخص کو سنبھالا دینے کی کوششیں جاری رکھیں لیکن ان کی زندگیوں کے چراغ گل ہوتے ہی مسلمان غلامی کی زنجیروں میں جکڑے گئے۔ انگریزوں نے اورنگزیب عالمگیر کے زمانے سے ہی برعظیم پاک و ہند میں ایسٹ انڈیا کمپنی کی صورت میں جو قدم جمانا شروع کیے تھے، وہ بالآخر کامیاب ہوئے اور مسلمانوں کے داخلی خلفشار اور معاشی بدحالی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہاں کی دولت سمیٹنے کے ساتھ ساتھ یہاں کی سیاست اور حکومت پر بھی قبضہ کر لیا۔

آزادی اور پاکستان کا قیام اللہ تعالیٰ کی دو عظیم نعمتیں ہیں جن پر جس قدر شکر ادا کیا جائے کم ہے۔ پاکستان جہاں ہمیں آزادیٔ وطن کی عظیم جدوجہد کی یاد دلاتا ہے جو 1757ء میں سراج الدولہ شہیدؒ کے معرکہ سے شروع ہو کر 1943ء میں پیر جو گوٹھ سندھ کے عظیم دینی، روحانی اور جہادی مرکز پر برٹش فضائیہ کی بمباری تک پہنچی اور اس دوران برصغیر کے بیسیوں مقامات پر مجاہدین آزادی نے جہادِ آزادی کا پرچم سربلند رکھا اور ایثار و قربانی کی ایک عظیم تاریخ رقم کی۔ 1857ء میں بنگال کے نواب سراج الدولہ شہیدؒ اور 1943ء میں سندھ کے پیر آف پگاڑا پیر سید صبغۃ اللہ شہیدؒ

کی پھانسی کے درمیانی عرصہ میں جہاں ٹیپو سلطانؒ شہدائے بالاکوٹ‘ حاجی شریعت اللہؒ ، حاجی صاحب آف ترنگ زئیؒ ، فقیرا یپیؒ ، سردار احمد خان کھرلؒ ، حافظ ضامن شہیدؒ اور دیگر مجاہدینِ آزادی کی ایک طویل فہرست ہے جن کی خدمات اور قربانیاں تاریخ کے روشن ابواب کی طرح ہمیشہ جگمگاتی رہیں گی۔ قیامِ پاکستان کے عمل میں ہجرت کرنے والے ہزاروں خاندانوں کی قربانیاں بھی نا قابلِ فراموش ہیں جو ذبح ہوتے اور لٹتے پٹتے قافلوں کی صورت میں پاکستان پہنچے۔

اللہ رب العزت نے 1947ء میں ہمیں آزادی کی نعمت سے ہمکنار کرتے ہوئے پاکستان کے نام سے ایک الگ خودمختار ریاست عطا فرمائی‘ مگر گزشتہ کئی دہائیاں گواہ ہیں کہ ہم اس نعمت کی قدردانی کی بجائے مسلسل ناشکری کی راہ پر چل رہے ہیں۔ حتیٰ کہ اب یہ کہنے میں کوئی باک محسوس نہیں کیا جارہا کہ ’’پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ‘‘ کا نعرہ لگانے میں اور پاکستان میں قرآن وسنت کے قوانین نافذ کرنے کے اعلان میں تحریکِ پاکستان کی قیادت سنجیدہ نہیں تھی بلکہ صرف وقتی سیاست کی خاطر ایسا کیا گیا تھا۔ اگرچہ درحقیقت ایسا نہیں ہے کیونکہ قائداعظم محمد علی جناحؒ مرحوم کے ارشادات اور سابق وزیراعظم خان محمد لیاقت خانؒ شہید کی طرف سے قانون ساز اسمبلی میں پیش کی جانے والی ’’قراردادِ مقاصد‘‘ اس خیال کی نفی کرتے ہیں‘ البتہ قیامِ پاکستان کے بعد زیادہ دیر تک اس مخلص قیادت کا تسلسل باقی نہ رہ سکا اور بیرونی واندرونی عوامل نے پاکستان کو اس کی اصل منزل کی طرف جانے والے راستہ سے ہٹا دیا۔

نعمت اور اس کی شکرگزاری کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ **” لئن شکرتم لازیدنکم “** اگر تم نعمتوں پر شکرگزاری کا راستہ اختیار کرو گے تو اللہ تعالیٰ نعمتوں میں اضافہ کرتے چلے جائیں گے‘ لیکن اگر ناشکری کرو گے تو اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے کہ جو نعمت مانگ کر لی جائے اس کی ناشکری پر عذاب بھی سخت ترین ہوتا ہے۔ سورۂ

مائدہ میں بنی اسرائیل کا واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمائش کی کہ اللہ تعالیٰ آسمان سے پکے پکائے کھانے نازل فرمائے۔ حضرت عیسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تو مالک الملک نے فرمایا کہ میں تیار کھانے آسمان سے بنی اسرائیل کے لیے نازل کر دیتا ہوں لیکن اس کے بعد بھی اگر ناشکری کی گئی تو ایسا عذاب دوں گا کہ جو دنیا میں کسی اور کو نہیں دیا گیا۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ط كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ط وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ (البقرہ:۵۷)

''اور ہم نے تم پر بادل کا سایہ کیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا کہ تم ہماری دی ہوئی پاکیزہ چیزیں کھاؤ۔ انہوں نے ہم پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔''

چنانچہ کھانے نازل ہوتے رہے لیکن جب وہ ناشکری سے باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا۔

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ۝ (البقرہ:۶۵)

''اور یقیناً تمہیں ان لوگوں کا علم ہے جو تم میں سے ہفتہ کے بارے میں حد سے بڑھ گئے اور ہم نے انہیں حکم دیا کہ تم ذلیل بندر بن جاؤ۔''

ہم نے پاکستان مانگ کر لیا تھا اور اس وعدہ پر لیا تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں آزاد ملک دے دیا تو ہم اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام وقوانین کو نافذ کریں گے' مگر کئی دہائیاں گزر جانے کے بعد بھی ہم صرف مطالبات اور اعلانات کے دائرے میں کولہو کے بیل کی طرح گھوم رہے ہیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت پر پہلی امتوں جیسا عذاب نازل نہیں ہوگا بلکہ میری امت پر اللہ کے عذاب کی شکلیں مختلف ہوں گی' ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپس کی خون

ریزی اور قتل وقتال عام ہو جائے گا' گویا اللہ تعالیٰ باہر سے عذاب بھیجنے کی بجائے امت کے مختلف گروہوں اور طبقات کو ایک دوسرے کے لیے عذاب بنا دیں گے۔ جناب رسول اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق اس امت پر نازل ہونے والے الٰہی عذاب کی دوسری شکل یہ ہوگی "**سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ شَرَارھم**" کہ اللہ تعالیٰ امت کے شر والے لوگوں کو امت پر مسلط کر دیں گے' یعنی امت کی قیادت اور حکمرانی شرفاء کے ہاتھ میں نہیں رہے گی۔ جبکہ عذاب کی تیسری شکل پیغمبر آخر الزمان ﷺ نے یہ بیان فرمائی "**ثم یدعو خیارھم فلا یستجاب لھم**" پھر نیک لوگوں کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوں گی۔

عَنۡ جَابِرِ بۡنِ عَبۡدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ ﷺ وَاِذَا نَقَضُوۡا الۡعَھۡدَ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ عَدُوَّھُمۡ . وَاِذَا لَمۡ یَاۡمُرُوۡا بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡھَوۡا عَنِ الۡمُنۡکَرِ سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیۡھِمۡ اَشۡرَارَھُمۡ ثُمَّ یَدۡعُوۡ خِیَارُھُمۡ فَلَا یُسۡتَجَابُ لَھُمۡ

(سنن الواردۃ فی الفتن وغوائلھا والساعۃ واشراطھا : باب ماجاء فیھا ینزل)

''حضرت جابر بن عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب لوگ اپنے وعدے توڑنے لگ جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کا دشمن ان پر مسلط فرما دے گا اور جب وہ نیکی کا حکم نہیں دیں گے اور برائی سے نہیں روکیں گے تو اللہ ان کے بدترین لوگوں کو ان پر مسلط فرما دے گا پھر ان میں سے نیکوکار دعائیں بھی کریں گے تو ان کی دعائیں قبول نہیں ہوں گی۔''

اسلامی تاریخ کا باقاعدہ آغاز ایک اسلامی ریاست سے ہوا تھا کہ جناب نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اجتماعی زندگی کا آغاز ایک ریاست کے قیام سے کیا اور ''میثاقِ مدینہ'' کی صورت میں اس کا دستور تشکیل دیا۔ یہ ریاست وحکومت ابتدا میں صرف مدینہ منورہ اور اس کے اردگرد تھوڑے سے علاقے تک محدود تھی جو پھیلتے پھیلتے صرف دس سال کے عرصہ میں

جناب نبی اکرم ﷺ کی وفات تک پورے جزیرۃ العرب کو اپنے دامن میں سمیٹ چکی تھی۔ جبکہ تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں یہ ریاست قلات' کابل' مراکش اور ماوراء النہر کے دروازوں پر دستک دے رہی تھی۔

برصغیر پاک و ہند یعنی جنوبی ایشیا میں ایک ہزار سال تک مختلف دائروں میں مسلمان حکمرانوں نے حکومت کی ہے۔ جبکہ ایک ہزار سال کے دوران کسی ایک مسلمان حکمران کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی جس نے اندرونی نظام بالخصوص عدالتی قوانین میں شریعت اسلامیہ کے نفاذ کی طرف توجہ نہ دی ہو۔

انگریزوں کے اس خطہ میں تسلط جمانے کے بعد مزاحمت کی جتنی تحریکیں مسلمانوں کی طرف سے منظّم ہوئیں۔ مسلح تحریکوں کے بعد جب آزادی کی سیاسی تحریکیں شروع ہوئیں تو پہلی عوامی اور احتجاجی جدوجہد تحریکِ خلافت کے عنوان سے ملک گیر سطح پر منظّم ہوئی اور اس نے دیکھتے ہی دیکھتے پورے برصغیر کے عوام کو آزادی کی جدوجہد کے لیے میدان میں کھڑا کر دیا۔

لیکن اس جدوجہد کے دوران انگریز دنیا کو یہ سوچ دینے میں کامیاب ہوگیا کہ اب جنگ وجدل کی بجائے فیصلے جمہوریت سے ہونے چاہئیں باالفاظِ دیگر آئندہ فیصلے ووٹ اور تعداد کے حوالہ سے ہی ہونے چاہئیں۔ تو متحدہ ہندوستان میں ہندو اکثریت میں ہیں اس لیے ہم ان کے مغلوب ہوکر رہ جائیں گے۔ یہ سوچ بڑھتے بڑھتے علامہ اقبالؒ تک پہنچی تو انہوں نے مسلم اکثریت کے علاقوں کو الگ اور آزاد ریاست کی شکل دینے کی تجویز پیش کر دی جسے چودھری رحمت علیؒ مرحوم نے ''پاکستان'' کا نام دیا۔ اور مسلم لیگ نے دوسری جماعتوں کے ساتھ مل کر اس کی تحریک چلائی۔ اس تحریک میں تمام مکاتبِ فکر کے اکابر علماء نے ان کا ساتھ دیا اور قائداعظم محمد علی جناحؒ نے واضح طور پر اور بار بار اعلان کیا کہ پاکستان اسلامی تہذیب وثقافت کے تحفظ اور اسلامی

قوانین واحکام کی عملداری کے لیے قائم کیا جارہا ہے۔

پاکستان نعمتِ الٰہی ہے اور تاریخ گواہ ہے کہ جس نے بھی اُس اللہ واحد کی دی ہوئی نعمتوں کا شکرادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں اور نوازا اور جس نے اُس کی نعمتوں کی ناشکری کی وہ رسوا وذلیل ہوئے۔آؤ اے میرے وطن کے نوجوانو! اس نعمت الٰہی کی حفاظت کے لئے قدم بڑھائیں اور ہاتھوں سے ہاتھ ملا کر دعا کریں کہ:

خدا کرے میری ارض پاک پر اُترے
وہ فصلِ گُل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کِھلے وہ کِھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو بھی گزرنے کی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں کو بھی روئیدگی محال نہ ہو
خُدا کرے نا کبھی خم سرِ وقارِ وطن
اور اس کے حسن کو تشویش ماہ و سال نہ ہو
ہر ایک خود ہو تہذیب و فن کا اوجِ کمال
کوئی ملول نہ ہو کوئی خستہ حال نہ ہو
خُدا کرے کہ میرے اک بھی ہم وطن کیلئے
حیات جُرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو

فریضۂ شہادت

......شجاع الدین شیخ

شہادت امام حسینؓ کی ہو یا ان سے قبل خلفائے راشدین کے دور کی شہادتیں ہوں یا رسول اللہ ﷺ کے دور کی شہادتیں ہوں‘ ان شہادتوں کا مقصد کیا تھا اس کی یاد دہانی ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں شہید کا لفظ رسول اللہ ﷺ کے لیے آیا‘ شہداء کا لفظ پوری اُمت کے لیے بھی آیا‘ یہ فریضہ شہادت کو ادا کرنے کا ایک تسلسل ہے۔اس حوالے سے کلام کرنا ہے ان شاءاللہ!

ایک ہے فریضہ شہادت اور اسی فریضہ شہادت کے تسلسل میں یہ مملکت پاکستان ہم نے حاصل کی تھی تا کہ اس میں اللہ کے دین کو قائم کر کے دنیا کے سامنے شہادت پیش کریں کہ یہ ہے وہ نظام جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے خیر رکھی ہے۔شہادت کا ایک معروف ترجمہ تو ہم سب کے علم میں ہے کہ اللہ کی راہ میں جان کا نذرانہ پیش کر دینا۔سیدنا عمر فاروقؓ کی شہادت‘ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت‘ سیدنا علیؓ کی شہادت سمیت تاریخ اسلام میں بہت بڑی مثالیں موجود ہیں۔ البتہ اس لفظ کا دوسرا ترجمہ بھی ہے جو ہم جانتے ہیں:

(اشهد الا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده ورسوله)

’’میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں‘‘۔

یہیں سے لفظ’’شہادت‘‘ کا وسیع تصور ہمارے سامنے آتا ہے۔رسول اللہ ﷺ سے خطاب کرتے ہوئے قرآن حکیم میں ارشاد ہوا:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ (الاحزاب:45)

’’اے نبی ﷺ! یقیناً ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ بنا کر‘ مبشر اور نذیر۔‘‘

اسی طرح سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ:143)

''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔''

یعنی اللہ کے رسول ﷺ تمہارے سامنے اللہ کے دین کی گواہی پیش کر دیں کیونکہ کل اللہ کے رسول ﷺ سے بھی اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔

سورۃ الاعراف میں آتا ہے:

فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ٥ (الاعراف:6)

''پس ہم لازماً پوچھ کر رہیں گے ان سے بھی جن کی طرف ہم نے رسولوں کو بھیجا اور لازماً پوچھ کر رہیں گے رسولوں سے بھی''۔

رسولوں سے پوچھا جائے گا کہ پیغام پہنچایا کہ نہیں؟ اسی طرح اُمتوں سے بھی پوچھا جائے گا کہ تمہیں جو پیغام انبیاء کے ذریعے پہنچایا گیا تھا کیا وہ تم نے آگے پہنچایا؟ اُمتوں نے بھی اس کا جواب دینا ہے۔ چنانچہ اللہ کے رسول ﷺ نے اس امت پر اللہ کے دین کی گواہی دی۔

حجۃ الوداع کے موقع پر کم وبیش سوا لاکھ کا مجمع تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **الاھل بلغت؟** اے میرے صحابہؓ! کیا میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا۔ سب نے یک زبان ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے حق وصیت، حق نصیحت، حق امانت ادا فرما دیا۔ گواہی دے بھی دی اور گواہی لے بھی لی اور پھر اللہ کے رسول ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ کی شہادت والی انگلی آسمان کی طرف بلند کی اور رب کائنات کے حضور التجا کی: **اللّٰھم اشھد**، اے اللہ! تو گواہ رہ کہ میں نے گواہی دے دی۔ اس گواہی کے لینے اور دینے کے پیچھے 23 برس کی جدوجہد کو بھی ذہن میں رکھیں۔ جو گواہی حضور ﷺ دے گئے وہ تین اعتبارات سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے قول مبارک سے ہمیں اللہ

کا دین پہنچایا۔ یہ قرآن حکیم کی ہزاروں آیات اور ہزاروں احادیث رسول اللہ ﷺ کی قول کے ذریعے گواہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے انفرادی کردار کے ذریعے گواہی دی۔ اگر اللہ حکم دیتا ہے:

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ ''نماز قائم کرو''

تو اللہ کے رسول ﷺ نماز ادا کر کے دکھاتے اور فرماتے:

(صلوا کما رایتمونی اصلی) ''نماز ایسے ادا کرو جیسے مجھے نماز ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

اسی طرح اگر صاحب استطاعت لوگوں پر اللہ نے حج فرض کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

(خذوا عنی مناسککم) ''مجھ سے اپنے حج کے فرائض کو اور اعمال کو سیکھ لو۔''

بہر حال رسول اللہ ﷺ نے کردار سے بھی گواہی دی۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کے اعتبار سے معاملات کے اعتبار سے اخلاقیات کے اعتبار سے بھی گواہی دی۔ اس سے آگے بڑھ کر اللہ کے رسول ﷺ نے 23 برس کی جدوجہد کے ذریعے دین کو بالفعل قائم کر کے بھی دنیا کے سامنے گواہی پیش کر دی۔ اس گواہی کا پیش کرنا حضور ﷺ کا مشن تھا۔ قرآن میں اس مشن کو تین مرتبہ بیان کیا گیا:

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ۝ (الصّف:9)

''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسول ﷺ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر'' قرآن اس لیے دے کر اللہ نے اپنے آخری رسول ﷺ کو بھیجا تھا۔ اس لیے نہیں بھیجا تھا کہ ختم شریف' قل شریف پر نکال لیا جائے ورنہ لپیٹ کر پہنچ سے دور رکھ دیا جائے' اس لیے بھی نہیں اُتارا تھا کہ اس کی بڑی بڑی تفاسیر لکھ دی جائیں' آٹھ آٹھ سال کے کورسز کروائے جائیں' یہ چیزیں بھی مبارک ہیں ہم سب کرتے ہیں' الحمد للہ! مگر یہ سب

کافی نہیں ہے بلکہ قرآن اپنا نفاذ چاہتا ہے۔ بصورت دیگر قرآن حکیم کے تین فتوے ہیں:

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡکٰفِرُوۡنَ○ (المائدہ: 44)

''اور اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں۔''

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوۡنَ○ (المائدہ: 45)

''اور جو فیصلے نہیں کرتے اللہ کی اتاری ہوئی شریعت کے مطابق وہی تو ظالم ہیں۔''

وَمَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَآ اَنۡزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ○ (المائدہ: 47)

''اور جو لوگ نہیں فیصلے کرتے اللہ کے اُتارے ہوئے احکامات وقوانین کے مطابق وہی تو فاسق ہیں۔''

یہ باتیں کڑوی لگتی ہیں مگر جب قوم مردہ ہو رہی ہو اور غفلت کا شکار ہو رہی ہو تو جگانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ ہم نے میٹھا میٹھا اسلام قبول کیا ہوا ہے۔ محرم کی دسویں تاریخ کو دستر خوان وسیع کر دیں' شربت پیو اور پلاؤ' 12 ربیع الاول کو سبیل لگا دو' گلیاں محلے سجا دو' دیگ پکا کر تقسیم کر دو۔ صحابہ کرامؓ کا طرز عمل کیا تھا؟ وہ تو اللہ کے دین کی سرفرازی کے لیے جانوں کے نذرانے پیش کرتے رہے۔ آج فرائض وواجبات کی کسی کو پرواہ نہیں' بڑے بڑے منکرات پھیل رہے ہیں' ان سے بچنے کی ترغیب نہیں دلائی جا رہی ہے۔ حالانکہ قرآن تو اس لیے نازل کیا گیا تھا کہ اس کے احکام پر عمل درآمد ہو۔ اگر اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں ہو رہے تو یہ کفر' ظلم اور فسق ہے۔ کیا رسول اللہ ﷺ کو دین حق صرف اس لیے دیا گیا تھا کہ دینیات کی کتابیں چھاپ دی جائیں اور اس کو ایک فیصد بھی سکولوں میں نہ پڑھایا جائے' بچے پاس ہو رہے ہیں اور دین پورا ہو گیا۔ یہ دین فقط نماز روزے کا نام تو نہیں ہے بلکہ دین ایمانیات' عبادات' رسومات وغیرہ سب کچھ بتاتا ہے۔ یہ دین فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر ریاست کی سطح تک اپنے نفاذ کا تقاضا رکھتا ہے۔ انفرادی زندگی' گھر' خاندان' معاشرہ' معیشت' سیاست' عدالت' مارکیٹ سمیت ہر جگہ اللہ کا دین نافذ ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

اُدۡخُلُوۡا فِی السِّلۡمِ کَآفَّۃً (البقرہ:208)

''اسلام میں داخل ہو جاؤ پورے کے پورے۔''

جس حجۃ الوداع کے موقع پر اللہ کے رسول ﷺ گواہی لے رہے ہیں اسی موقع پر آیت نازل ہوئی تھی:

اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ (المائدہ:3)

''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا ہے''

اللہ تعالیٰ نے مکمل نظام زندگی دے دیا' اللہ کے آخری رسول ﷺ نے اس دین کو مکمل طور پر نافذ اور قائم کر کے گواہی پیش کر دی۔ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا 23 برس کا مشن ہے جس میں 13 برس مکہ مکرمہ کے صبر ہی صبر کے ہیں مگر وہاں سیدنا بلالؓ ' سیدنا خبابؓ پر تشدد اور سیدنا یاسرؓ، سیدہ سمیہؓ کی شہادت کا معاملہ بھی ہے اور اسی 13 برس کے دوران میں محمد رسول اللہ ﷺ کا مبارک خون طائف کی گلیوں میں بہتا ہے۔ 23 برس کی اسی جدوجہد میں بدر کا میدان بھی سجتا ہے' احد کا میدان بھی دکھائی دیتا ہے جہاں ستر صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا۔ جہاں سید الشہداء امیر حمزہؓ قرار پائے جن کی لاش کا مثلہ (بے حرمتی) کیا گیا۔ معاذ اللہ! اللہ کے رسول ﷺ اپنے چچا کے لاشے کو دیکھ کر روئے۔ پھر خود اللہ کے رسول ﷺ کا خون احد کے میدان میں بہا ہے۔ سیدنا حسینؓ کی شہادت کو بیان کرتے ہوئے ان کے نانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی 23 سال کی قربانیوں سے بھرپور جدوجہد کو بھی سامنے رکھیں۔ آپ ﷺ کے مشن کو بھی سامنے رکھیں۔ نبوی ﷺ دور میں 259 جانوں کے نذرانے (شہادتیں) صحابہ کرامؓ نے پیش کیے تب قرآن کہتا ہے:

وَقُلۡ جَآءَ الۡحَقُّ وَزَہَقَ الۡبَاطِلُ ؕ اِنَّ الۡبَاطِلَ کَانَ زَہُوۡقًا ۝ (بنی اسرائیل:81)

''حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ یقیناً باطل ہے ہی بھاگ جانے والا۔''

حضور ﷺ نے یہ فریضۂ شہادت صرف اپنے قول یا اپنے انفرادی اعمال سرانجام دے

کرادانہیں کیا بلکہ اس اجتماعی جدوجہد کو برپا فرما کر دین حق کو غالب کر کے دنیا کے سامنے گواہی پیش کی اور صرف سرزمین عرب پر نہیں بلکہ سن 9ھ میں غزوۂ تبوک کے موقع پر تیس ہزار صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے ہیں اور یہ دورِ نبوی ﷺ کا سب سے بڑا لشکر تھا۔ حضور ﷺ نے اعلان فرمادیا کہ یہ دین صرف عرب کے لیے نہیں آیا بلکہ یہ سارے عالم کے لیے ہے۔ اس لیے عرب سے باہر نکل کر رسول اللہ ﷺ نے دین کو قائم کرنے کی مہم کی قیادت فرمائی۔ عرب سے باہر یہ شہادتیں دین کو غالب کرنے کے لیے تھیں۔ البتہ فریضۂ شہادت کے اندر جان تک کا نذرانہ آخری بات ہے۔ اس سے پہلے اُمت سے اپنی صلاحیتیں، جان، مال، وسائل اقامتِ دین کے لیے لگانے کا تقاضا ہے۔ اس کام کے لیے امت کو کھڑا کیا گیا ہے۔ محض گھر بنالینا، کاروبار چمکا لینا، پلازے بنالینا، ان کاموں کے لیے امت کو پیدا نہیں کیا گیا۔ یہ ہماری ضرورت ہے لیکن ضرورت سے مقصد بالاتر ہونا چاہیے اور وہ مقصد کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ط (البقرہ:143)

”اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسول ﷺ تم پر گواہ ہو۔“

حضور ﷺ کے بعد خلفائے راشدین کا دور ہے۔ دین غالب ہوگیا۔ اب اس دین کا دفاع، حفاظت اور توسیع خلافتِ راشدہ میں ہوئی۔ سسٹمز بنائے گئے جن کو آج بھی سکینڈے نیوین ممالک میں عمرلاء کے نام سے فالو کیا جاتا ہے۔ آج ہم یہ سن کر خوش ہوتے ہیں کہ دیکھو جی وہ حضرت عمرؓ کے قانون کو فالو کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ کہہ کر ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیے کہ بلکہ ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ وہ غیر مسلم ہو کر سیدنا عمرؓ کا نظام اپنائے ہوئے ہیں اور ہم کفار کا نظام اپنائے ہوئے ہیں۔ حالانکہ ہمیں دنیا کے سامنے سیدنا عمرؓ کا نظام پیش کرنا چاہیے تھا۔

بہر حال خلفائے راشدین کے دور میں فتنے بھی اٹھے، ان کی سرکوبی بھی کی گئی۔ جھوٹے

مدعیان نبوت کھڑے ہوئے تو ان کے خلاف جہاد کیا گیا۔ اس جہاد میں ہزاروں صحابہ کرامؓ کی شہادتیں ہوئیں۔ چار خلفاء میں سے تین شہید ہوئے ہیں۔ یکم محرم سیدنا عمرؓ کی شہادت کا دن' 18 ذوالحجہ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت کا دن' 21 رمضان المبارک سیدنا علیؓ کی شہادت کا دن۔ اسلامی کیلنڈر میں کوئی دن نہیں بچے گا کہ جس دن ہمیں شہادت کا تصور نہ ملے' شہادتوں کے نذرانے پیش ہوتے ہوئے دکھائی نہ دیں۔ کہیں یہ شہادتیں دین کو غالب کرنے کے لیے ہوئی ہیں اور کہیں دین کے تحفظ اور توسیع کے لیے ہوئی ہیں۔

سیدنا حسینؓ کہاں کھڑے ہوئے؟ جب انہیں محسوس ہوا کہ وقت کا حکمران ان اصولوں اور ضابطوں سے ہٹ رہا ہے جو اللہ کے رسول ﷺ دے گئے۔ جن پر سیدنا حسینؓ کے والد اور دیگر خلفائے راشدین قائم رہے۔ اسلام شورائیت کا نظام دیتا ہے۔ جب دین کے اس مزاج سے ہٹ کر حکومت چلانے کا معاملہ سامنے آیا تو سیدنا حسینؓ نے عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہوئے اپنی اور اپنے گھرانے کی جانیں پیش کی ہیں اور بہت بڑی قربانی دی ہے۔ مگر آج ہم نے کیا کیا اور چند برسوں سے کیا کر رہے ہیں؟ کرسی کے لالچ کی وجہ سے اس وقت پاکستان حالت جنگ میں ہے اور اب تو سیاستدانوں کے طبقہ سے بھی آوازیں اٹھنا شروع ہوگئی ہیں کہ یہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہم نے غم منانے کو ہی اپنا وطیرہ بنالیا' کوئی سیدنا حسینؓ کا غم منا رہا ہے' کوئی سیدنا عمرؓ کا غم منا رہا ہے' کوئی سیدنا عثمانؓ کا غم منا رہا ہے۔ لیکن جس عظیم مقصد کے لیے شہداء نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں اس مقصد کو ہی ہم بھولے ہوئے ہیں۔ **انا للہ وانا الیہ راجعون!**

اللہ کے رسول ﷺ نے طائف کی گلیوں میں اپنا خون پیش کیا' اُحد کے میدان میں حضور ﷺ نے اپنا خون پیش کیا اور آپ ﷺ کے صحابہؓ شہید ہوئے' تین خلفائے راشدین شہید ہوئے' کس مقصد کے لیے؟ وہ مقصد آج ہم بھولے ہوئے ہیں۔ اور ان کی شہادت کا دن مناتے ہوئے ہم آج کیا کر رہے ہیں؟ یہ اُمت کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کا صحیح پیروکار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ہماری دیگر تصانیف

نام کتاب	مصنف	قیمت
کتاب خلافت (پہلا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	50روپے
کتاب خلافت (دوسرا ایڈیشن)	چودھری رحمت علی	250روپے
جواز خلافت (اسلام انسانیت کا دین ہے)	چودھری رحمت علی	50روپے
خلافت ہمارے جملہ مسائل کا حل (کتابی شکل)	چودھری رحمت علی	50روپے
اسلام پر کیا گزری؟	چودھری رحمت علی	15روپے
شہادت علی الناس۔ ہمارا فرضِ منصبی	چودھری رحمت علی	20روپے
خلافت راشدہ	پروفیسر عبدالجبار شاکر	15روپے
عصرِ حاضر کے مسلمان اور اسلام	چودھری رحمت علی	20روپے
قرار دِ مقاصد میں وائرس	مہندس محمد اکرم خان سوری	125روپے
انسانیت کا دین؟ جمہوریت یا خلافت	ڈاکٹر نجم الدین	50روپے
الہ العالمین اور انسان	ڈاکٹر نجم الدین	250روپے

نوٹ:۔ پورا سیٹ -/800 روپے میں مہیا کر دیا جائے گا۔ڈاک خرچہ بذمہ ادارہ

"سبق پھر پڑھ" کی جلدیں

جلد پنجم	جنوری 2005 تا دسمبر 2006
جلد ششم	جنوری 2007 تا دسمبر 2008
جلد ہفتم	جنوری 2009 تا دسمبر 2010
جلد ہشتم	جنوری 2011 تا دسمبر 2012
جلد نہم	جنوری 2013 تا دسمبر 2014
جلد دہم	جنوری 2015 تا دسمبر 2016

قیمت فی جلد -/250 روپے
ڈاک خرچ بذمہ ادارہ

ملنے کا پتہ: دارُالسلام واپڈا ٹاؤن، لاہور۔ فون 8425428 - 0300

Cell: 0300 - 8425428
Phone: 042 - 35187003
Fax: 042 - 35187003

Monthly
SABAQ PHIR PARRH
Lahore

Regd: CPL No. 91
Web: www.azmateislam.com
Email: khalafat@hotmail.com

ریاستِ مدینہ

حکومتِ وقت کی آج ریاستِ مدینہ کی طرز کی ریاست مسلمانانِ پاکستان بلکہ مسلمانانِ عالم کیلئے ایسی خوش کن صدائے سکون ہے کہ جس کی ٹھنڈک فرشتے بھی محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اسی خواہش کو وہ روح بھی محسوس کرتے ہونگے جو اللہ کے ہاں چلے گئے اس لیے کہ پاکستان کا وجود ہی اس غرض کیلئے معرضِ وجود میں آیا تھا۔ دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ایک ایسی اسلامی ریاست کو معرضِ وجود میں لایا جائے گا جو قرآن وسنت کے کام کو بطور نمونہ کا پتہ دے گی۔

شاید یہ حقیقت ہمارے ذہن میں نہیں سماتی کہ ایسی ریاست صرف ایک ہی صورت میں وجود پذیر ہوسکتی ہے کہ انسان ساختہ آئین جو ہمارے ہاں اس وقت ہے کی بجائے قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنایا جائے۔ دورِ نبوت میں بھی مدینہ میں ایسی ریاست کبھی معرضِ وجود میں نہ آتی اگر 73ء کی طرح کا انسان ساختہ آئین بروئے کار لایا جاتا۔ دراصل مدینہ طرز کی ریاست کا نام لینے سے پہلے یہ اعلان ہونا چاہیے تھا کہ ہمارے ہاں مملکتِ عزیز میں قرآن وسنت بلکہ قرآن ہی آئینِ مملکت ہوگا کیونکہ قرآن میں خود سنت شامل ہے۔ اور تو اور محمد علی جناحؒ سے جب آئینِ پاکستان کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے ہاں آئین چودہ سو سال پہلے کا یعنی قرآنِ مجید ہے۔ سخت غلطی پر ہے وہ جو ہمارے ہاں موجودہ یعنی اللہ ساختہ آئین کی بجائے انسان ساختہ آئین سے مدینہ کی سی ریاست قائم کرنے کی امید رکھے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر تا قیامت ایسا نہیں ہوسکتا۔ یہ سو بات کی ایک بات ہے۔ قرآن وسنت کو آئینِ مملکت بنائے بغیر مدینہ کی سی ریاست کو معرضِ وجود میں لانے کی خواہش ایسے ہی ہے جیسے کہ وضو کیے بغیر نماز کا ادا کرنا۔

الداعی الی الخیر:
تحریکِ عظمتِ اسلام دارالسلام، واپڈا ٹاؤن، لاہور
فون: 0300-8425428, 0321-4114584